فخر عالم، شعبہ فارسی
دہلی یونیورسٹی، دہلی

کشمیر میں فارسی شاعری

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کسی ملک کی طبعی حالت وہاں کے لوگوں پر انکے اخلاق و عادات پر اور انکی صنعت و حرفت پر اثر کیے بغیر نہیں رہتی۔ کشمیر اسکی ایک زندہ مثال ہے۔ قدرت نے اپنی فیاضی سے اس خطے کو دولتِ حسن سے اس قدر مالا مال کیا ہے کہ وہ جائز طور پر ''گلزار دنیا'' کہلاتا ہے اور عرش خدا، باغ دلکشا کے ناموں سے پکارا جاتا ہے اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ جنت اور فردوس بریں کے خطابات سے مخاطب ہوتا ہے۔ ایسی سر زمین فنون لطیفہ اور بالخصوص شاعری کے لیے کیوں موزوں نہ ہوگی۔ ''سی البیرٹ'' اسی حسین و جمیل وادی سے متاثر ہو کر کہتا ہے کہ ''ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے برف سے منڈھے ہوئے ہمالیہ پہاڑ کے حواشی میں ایک خوبصورت تصویر جوڑ دی گئی ہے''۔

یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ کشمیر ایک زبردست علمی اور ادبی مرکز ہونے میں دوسری جگہوں سے پیچھے رہا ہو۔ مگر افسوس ہے کہ کشمیری شاعری کی آج تک خاطر خواہ قدر نہیں کی گئی اور بہت کم آدمی کو اس بات کا علم ہے کہ کشمیر نے اس صنف کی جی کھول کر خدمت کی ہے۔ کشمیر کی صنعت و حرفت نے ملک کے طول و عرض میں کافی شہرت حاصل کی اس سلسلہ میں زیادہ تر وہاں کے تاجروں اور غیر ملکی سیاحوں کی ہمت اور قدر دانی کارفرما نظر آتی ہے۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کشمیر

نے شاعری اور بالخصوص فارسی شاعری کی خاطر کیا کیا اور فارسی زبان کی ترویج وترقی میں کشمیریوں کا کتنا حصہ ہے۔

اگر ہمیں بالعموم ایران کے شعرا میں فردوسی، حافظ، رومی اور نظامی پر ناز ہے تو کشمیر بھی شائق، غنی، کامل، صرفی، پر فخر کرتا ہے۔ عبدالوہاب شائق نے شاہنامے کی طرز پر کشمیر کی ایک منظوم تاریخ تصنیف کی جو ساٹھ ہزار ۶۰۰۰۰ اشعار پر مشتمل ہے۔ غنی کا دیوان کشمیر کی حدود سے نکل کر دور دور تک پہنچا اور استادان فن سے اپنے کمالات کا اعتراف کرتا رہا نیز اس کے باوجود اسکی فارسی شاعری میں صدہا انقلاب آئے، غنی کی زبان پر انقلاب کی ہوا سے کوئی اثر نہ پہنچا۔ مرزا اکمل الدین بیگ کامل کی مثنوی بحر العرفان صوفیانہ خیالات کے لحاظ سے عدیم النظر چیز خیال کی جاتی ہے۔ یعقوب صرفی ملا بہاوالدین متو بہا، ملا اشرف دائری بلبل اور حمید اللہ حمید کاشمیری شاہ آبادی کے خمسے ابھی تک طباعت کے زیور سے آراستہ نہیں ہوئے مگر وہ ابھی تک فارسی علم وادب کا گرانمایہ سرمایہ ہیں۔

یوں تو حکومت اسلامیہ کے ساتھ ہی فارسی زبان کشمیر میں پہنچ گئی تھی مگر اسکی ترقی کا اصل دور سلطان قطب الدین، سلطان سکندر اور سلطان زین العابدین بڈشاہ کے عہد حکومت میں شروع ہوا اس سے قبل حکومت کا نظام سنسکرت زبان میں چلتا تھا۔ بڈشاہ نے دار التراجمہ اور دار التصانیف کے شعبے قائم کر کے ملک کے بہترین باکمال کو اپنے یہاں جمع کیا اور پھر ان پر انعام واکرام کی وہ بارش سے اپنی قدردانی اور معارف پروری کا ثبوت دیا۔

ملک الشعرأ ملا نادری بھی اس عہد کے ایک نادر شخصیت تھے۔ انھوں نے ترغیب دی کہ فارسی زبان سیکھ کر حکومت کے عہدے سنبھالیں، اس گروہ میں جس نے سب سے پہلے فارسی زبان کی طرف توجہ کی وہ ''سپرو'' کہلایا۔ سپرو کشمیر میں اس شخص کو کہتے ہیں جس نے سب کچھ

پڑھ لیایا پڑھنے میں سبقت لے گیا ہو۔ علامہ سر محمد اقبال کا خاندان بھی سپرو پنڈتوں سے تعلق رکھتا تھا۔ چک شاہی حکومت اگرچہ بہت تھوڑے عرصہ کشمیر میں قائم رہی مگر اس دور میں بھی فارسی کی ترقی نہ ہوئی۔ چنانچہ میر علی اور نامی حسین شاہ چک کے زمانہ میں، میر سلطان علی شاہ چک کے عہد میں اور محمد امین مستغنیٰ یوسف شاہ چک کے دور میں نہایت مشہور اعلیٰ دماغ اور خوش بیان شاعر ہوئے ہیں۔

یوسف شاہ چک خود بھی فارسی اور کشمیری دونوں زبانوں کا اچھا شاعر تھا۔ کشمیر کا بادشاہ حسن شاہ چک بھی قادر الکلام شاعر تھا۔ اس عہد میں فارسی نے کافی وسعت اور ہر دلعزیزی حاصل کی۔ یہاں تک کہ تیموریوں کے ذوق سخت پروری فیاضی اور قدر دانی کی بدولت یہ معراج کمال تک پہنچ گئی اور گھر گھر پھیل گئی۔ ہر طرف شعر و شاعری کے چرچے رہنے لگے۔ موزونی طبع ایک عام چیز بن گئی اور شعر گوئی عام دنوں کی ضروریات میں شامل ہوگئی۔

صرفی، فانی، مظہری، اوجی، فطرتی، ذہنی، میر الٰہی، ملا محمد صالح ندیم، ملا طغرا، گویا، جویا، یکتا، نجمی، توفیق، ملا محمد زمان نافع، ملا فروغی، حاجی محمد اسلم سالم اور ان جیسے دیگر باکمال شعرا کی کثیر جماعت اس عہد کی مشہور یادگار ہے۔ انہوں نے اپنی سخن سنجیوں سے کشمیر کا نام شہرت کے ساتویں آسمان پر پہنچادیا اور فارسی شاعری کا آفتاب نصف النہار پر چمکنے لگا۔

ایرانی طبعاً، جن فطرت اور مناظر قدرت کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ مزید برآن ایران اور خطہ کشمیر کی آب و ہوا میں ایک خاص مماثلت بھی ہے۔ اسلئے یہ ممکن نہ تھا کہ جو ایرانی ہندوستان آتا وہ کشمیر جنت نظیر نہ دیکھتا یوں بھی سلاطین ہند اور انکے امرأ موسم گرما کشمیر ہی میں گذراتے تھے۔ اس طرح ایرانی شعرا بھی انکے ساتھ کشمیر پہنچ جاتے تھے۔ ملا ذہنی اور اوجی بھی ان ایام میں کشمیر کے دو بلند پایہ شاعر تھے۔ انکی شاعری زیادہ تر غزل کی میدان تک محدود ہے۔

فطری اکبر کے زمانے میں ہوا وہ ملا ذہنی کا شاگرد اور ملا ندیمی اور ملا فصیحی کا ہم عصر تھا۔ جہانگیر نے اپنے کشمیر کے سفر میں طالب آملی کو ملک الشعرا کے خطاب سے ممتاز کیا ہے۔

جہانگیر کا انتقال ۱۶۲۷ء میں کشمیر سے واپس ہوتے ہوئے راستے میں راجوری کے مقام پر ہوا بستر مرگ پر اسکی آخری خواہش یہ تھی کہ میں کشمیر چاہتا ہوں۔ صرف کشمیر، ملا طغرا مشہدی ایک شخص گزرا ہے جو نظم و نثر دونوں میں کامل تھا۔ وہ ہندوستان میں آکر سب سے پہلے شاہزادہ مراد بن شاہ جہان کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ اسکی شہرت مرزا ابوالقاسم تک پہنچی جو کشمیر میں منصب دیوانی پر فائز تھا، تو اس نے طغرا کو اپنے پاس بلا لیا طغرا نے کشمیر پر ایک مختصر سا منظوم رسالہ لکھا جس میں کشمیر اور راستے کی دلفریبی کا ذکر کرتے ہوئے دادِ سخنوری دی اور کشمیر کے باغات، اقسام میوہ و گل اور ہر جز و کل کے ذکر میں انشا پردازی کا کمال دکھایا۔

کشمیر میں فارسی شاعری کو زیادہ فروغ ظفر خان احسن کی صوبہ داری کے زمانے میں ہوا۔ جو جہانگیر کے آخری ایام سلطنت سے شاہ جہاں کی فرمانروائی، اور وسطی عہد تک پھیلا ہوا ہے۔ ظفر خان احسن نہایت سلجھا ہوا مذاق رکھتا تھا۔ غنی اگرچہ کشمیری ہی میں پیدا ہوا تھا مگر اسکے دیوان پر اہل زبان کا دھوکا ہوتا ہے اس کا کلام زبان کی خوبی، بندش کی چاشنی، محاورات کے درست استعمال اور بے ساختہ پن کی وجہ سے اپنے ہم عصروں سے ممتاز ہے۔ سالم فطرت سے ذوق سلم اور اضطراب دل لے کر آئے تھے اور ایسے شعر کہتے تھے جو دلوں کو بے قرار و بیتاب کر دیتے تھے۔

اورنگ زیب کے زمانہ میں، اسلام خان جس کا اصلی نام ضیاء الدین تھا، اس زمانے میں کشمیر کا صوبہ دار تھا۔ وہ بڑا متقی، علما و فضلا کا قدرداں اور خوش گو شاعر تھا۔ ویسے عالمگیر کے عہد میں چونکہ شعرا کی قدردانی اس وسیع پیمانہ پر نہیں ہوئی جس پیمانہ پر جہانگیر اور شاہ جہان کے عہد

میں ہوئی تھی، اس لیے بہت کم شاعروں کے نام ملتے ہیں پھر بھی ایک ہندی نژاد بزرگ سید محمد زمان راسخ کو کافی شہرت حاصل تھی۔

احمد شاہ ابدالی کے عہد میں ۱۷۵۴ء سے ۱۷۶۲ء تک راجہ سکھ جیون مل کشمیر کا حاکم تھا۔ ابتدائی دور میں وہ نہایت بے تعصب، علم دوست اور شعروشاعری کا قدرداں تھا۔ ہر ہفتہ مشاعرہ کراتا اور خود اس میں شریک ہوتا تھا۔ راجہ سکھ جیون مل کے معاصر شعرا میں ملا محمد توفیق، جدودھا کا درجہ بہت بلند ہے۔ اس نے دیوان کے علاوہ شیہی، صرافہ اور بحر طول وغیرہ اپنی یادگار چھوڑی ہے۔ کشمیر کے متاخرین شعرا میں حمید اللہ اور مرزا مہدی مجرم خاص امتیاز رکھتے ہیں۔ جو اپنے ''چائے نامہ'' کی وجہ سے مشہور ہیں جو اس نے ظہوری کے ''ساقی نامہ'' کے جواب میں تصنیف کیا تھا۔

پنڈت پچھمی، نواب شجاع الدولہ کے آخری عہد یا نواب آصف الدولہ کے ابتدائی عہد میں کشمیر سے نکل کر صوبہ اودھ میں آئے اور سعادت علی خان کے عہد حکومت میں فوت ہوئے کچھ عرصہ اندور بھی چلے گئے تھے جو صاحب دیوان تھے جس میں تین سو غزلیں دو ایک ترجیع بند، ایک مثنوی اور ایک قصیدہ ہے۔ پنڈت تامہ رام ترکی نے مہاراجہ رنجیت سنگھ اور محمد عظیم خاں حاکم کشمیر کی جنگ کے حال میں ''جنگ نامہ'' لکھ کر شہرت حاصل کی۔ پنڈت بھوانی داس کا ''چرونگو'' اور پنڈت راج کول، عرض بیگی دیری بھی مشہور شاعر ہوئے ہیں جنہوں نے فارسی ادب میں اپنی یادگاریں چھوڑی ہیں۔

کشمیر کی فارسی شاعری جذبات لطیف کی منہ بولتی تصویر ہے۔ فارسی کے چھت تلے نرم وشیریں فقرے اور ایرانیوں کا سا حسن بیان کشمیر کی وادیوں میں آ کر یہ آتشہ بن گیا۔ فارسی کو مبدأ فیاض نے کچھ ایسی لچک عطا کر رکھی ہے کہ وہ ہر ماحول کے مطابق ڈھل جاتی ہے کشمیر میں

بھی ایسا ہی ہوا۔ یہاں کے شعرا نے ایران کے شعرا کی سی بولیاں بولنی شروع کردیں اور چونکہ مقامی مناظر نے انکے دلوں پر نہایت گہرا اثر کر رکھا تھا اس لیے انکے تاثرات میں حقیقت، اصلیت اور سادگی بھی پیدا ہوگئی۔

کشمیر میں ادیبوں، مورخوں، صوفیوں، عالموں اور شاعروں کی زبان (فارسی)

کشمیر کو ایک زمانے میں ایران صغیر کہا جانے لگا تھا۔ شاید اسکی وجہ یہ تھی کہ اگر ایران میں فارسی زبان بولی جاتی ہے تو کشمیر میں فارسی زبان اگر بولی نہیں جاتی تو کم سے کم لکھی ضرور جاتی ہے۔ آج تو بہر حال کم ہی لکھی جاتی ہے۔ لیکن اس زمانے میں جب اسکا چلن ہوگیا تھا یہی زبان استعمال میں لائی جاتی تھی۔

دراصل ساتویں صدی ہجری کی بات ہے کہ جب کشمیر میں فارسی زبان، زبان کی طرح پھیلی اور عام ہونے لگی۔ عبدالقادر سروری کے مطابق اگر چہ فارسی زبان بہت پہلے کشمیر میں داخل ہوگئی تھی جب کشمیر میں فارسی زبان کا احیا ہوا، ارتقا ہوا، اور فارسی زبان کا بول بھالا ہوا۔ جب شاہ ہمدان جمعیت سادات کے ساتھ یہاں تشریف لائے انہوں نے دین اسلام، زبان فارسی، صنعت وحرفت اور ادب وتہذیب بھی اپنے ساتھ لایا۔ ایک ایسی تہذیب، ایک ایسی زبان، ایسی صنعتیں اور حرفتیں جن کا رواج ایران میں وقتوں سے چلا آ رہا تھا انہوں نے ایران سے لاکر کشمیر کے لوگوں میں عام کردیں۔ اور وہ زبان جو ایران میں بولی جاتی تھی۔ یہاں کے لوگوں میں بھی عام کردی۔ جسکی وجہ سے کشمیر ایران صغیر بن گیا۔ اور یہاں کے لوگ بھی اسی زبان میں لکھنے لگے جس زبان میں شاہ ہمدان اور اسکے ساتھی لکھتے تھے اور بولتے تھے۔ ان کا اثر نہ صرف ہماری تہذیب وتمدن پر پڑا بلکہ انہوں نے ہمیں اسلام سے بھی روشناس کردیا گویا کہ انہوں نے اپنی زبان ہمارے منہ میں رکھ دی۔ کشمیر میں آج ہمارے پاس بڑے بڑے علماء،

مورخ، شعرأ، ادبأ اور صوفی اور بزرگ پیدا ہوئے ہیں اور فارسی میں اتنا بڑا ذخیرہ اپنے پیچھے چھوڑا جن کے لیے کشمیر کے لوگ ہمیشہ شاہ ہمدان کے مرہون منت رہیں گے۔

کشمیر کے لوگوں نے فارسی زبان کو اس طرح اپنا لیا جیسے یہ زبان انکو ورثے میں ملی تھی۔ کیا مورخوں نے اور کیا ادیبوں نے، کیا صوفیوں نے اور کیا شاعروں نے سب نے اس زبان کو اپنا لیا اور اس میں طبع آزمائی کی۔ اور استادی کا درجہ حاصل کیا۔ مورخوں میں محمد اعظم دیدہ مری، پیر غلام حسن کھویہامی، سید علی ماگرے، حیدر ملک چاڈورہ وغیرہ کا نام لیا جا سکتا ہے۔ جنہوں نے کشمیر کی تاریخ فارسی زبان میں لکھی۔ ان سب سے الگ راج ترنگنی جو سنسکرت زبان میں لکھی گئی تھی اسکا ترجمہ فارسی زبان میں کیا گیا۔ یہ سب تاریخیں اپنی اپنی جگہ اہمیت کی حامل ہیں۔ محمد اعظم دیدہ مری کی تاریخ ''واقعات کشمیر'' کو بہت زیادہ معظم اور مستند مانا جاتا ہے۔ واقعات کشمیر میں مورخ نے قبل از اسلام ہندو راجگانِ کشمیر کے حالات، نہایت مختصر طور پر قلمبند کئے ہیں۔ لیکن مسلم سلاطین کے حالات قدرے تفصیل سے لکھے ہیں۔ نیز اپنے زمانہ تک کے سادات، علمأ، مشائخ اولیا اور شعرا کے حالاتِ زندگی تحریر کئے ہیں۔ جو بقول انکی اس کتاب کے لکھنے کا اصل مقصد ہے۔

کتاب کی شروعات اللہ تعالیٰ کی تعریفوں کے ساتھ کی ہے۔ چنانچہ اشعار اس طرح لکھتے ہیں:

در ہیچ پردہ نیست نہ باشد ہوای تو	عالم پُر است از تو وخالی است جای تو
ہر غنچہ راز حمد تو جز ویست در بغل	ہر خار می کند بز بانش ثنای تو
در خشت خاک من چہ بود لایق نثار	ہم از تو جان ستانم وسازم فدای تو
غیر از نیاز و عجز کہ در در گہ تو نیست	این مشت خاک تیرہ چہ دارد سزای تو

پیر غلام حسن کھو یہامی کی تاریخ چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ جس میں اول کشمیر کا جغرافیہ دوم کشمیر کی سیاسی تاریخ (جس میں قبل از اسلام کی تاریخ بھی موجود ہے) سوم کشمیر کے اولیأ کی تاریخ اور حصہ چہارم کشمیر کے شاعروں کے کلام اور انکی حالات زندگی پر مشتمل ہے۔ حیدر ملک چاڈورہ نے بھی اپنے زمانے تک کی ساری تاریخ فارسی زبان میں لکھ ڈالی ہے۔

ادیبوں اور عالموں میں ملا احمد کشمیری، مولوی کبیر، ملا پارسا، ملا علی شیرازی، سید محمد منطقی، مولانا جمال الدین وغیرہ قابل ذکر ہیں سلطان زین العابدن نے جو دار العلوم اور مدرسے قائم کئے تھے ان مدرسوں اور دار العلوم میں یہ علمأ اکثر اساتذہ کا کام کرتے تھے اور اسکے علاوہ تراجم کا کام انجام دیتے تھے۔ سلطان کے دربار اور نظم ونسق کی زبان فارسی تھی اور دار العلوم میں ذریعہ تعلیم بھی فارسی زبان تھی۔ اس تعلق سے عربی کی کتابوں کے علاوہ سنسکرت کی اہم کتابوں سے بھی ترجمے فارسی میں کئے گئے جسمیں مہابھارت اور پنڈت کلہن کی راج ترنگنی کا ترجمہ (جسکا ذکر کیا گیا) فارسی میں کیا گیا۔ اسکے علاوہ ''کتھا ساگر'' کا ترجمہ بھی ''بحر الاسماء'' کے نام سے ملا احمد کشمیری نے کیا۔

کشمیر میں سید محمد امین منطقی بیہقی، مخدوم شیخ حمزہؒ، شیخ یعقوب صرفیؒ، بابا داوٗد خاکیؒ، بابا علی رینہؒ، مولوی فیروز ثانی وغیرہ قابلِ ذکر ہیں، جنہوں نے صوفیانہ شاعری کو بام عروج تک پہونچایا۔ اور اپنی صوفیانہ شاعری فارسی زبان میں لوگوں تک پہونچائی۔

حضرت مخدوم شیخ حمزہؒ کشمیر کے مشہور اور متمول رینہ خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ لیکن انہوں نے دنیا چھوڑ کر دین کا راستہ اختیار کیا اور ساری عمر یاد خدا میں گذار دی۔ اسکے فیض صحبت سے جو علماء اٹھے ہیں انہوں نے کشمیر میں علم و فضل کی بیش بہا خدمت انجام دی ہے۔ اور ان سب کی زبان فارسی تھی۔ ان سب سے زیادہ قابلِ ذکر آپ کے بھائی بابا علی رینہ ہیں جس نے ایک

کتاب ''تذکرۃ العارفین'' لکھی۔ اس کتاب میں عارفوں اور زاہدوں کے حالات درج کئے ہیں۔اس کتاب کے آغاز میں اپنے اور اپنے بھائی شیخ کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں۔

''فیقول العبد الضعیف الفقیر الخفیف علی ابن عثمان کشمیری ساکن کشمیر کہ مولد وموطن این غریب است۔ بہ نژاد قدیمی موصوف برینہ کہ در کشمیر آن رابہ وزارت مخصوص دارند۔ وبرادر حقیقی این فقیر کہ مرشد کامل من وزمانہ وزمانیانست اعنی حضرت غوث العظم وقطب العالم قدوۃ السالکین وزبدِۃ العارفین...... حضرت مخدوم الآفاقی غوث زمانی حضرت مخدوم شیخ حمزہ قدس سرہٗ میخوانندند''۔

حضرت شیخ یعقوب صرفیؒ اپنے عہد یعنی چک عہد کے ایک زبردست عالم بھی تھے اور ایک بلند مرتبہ شاعر بھی۔لیکن ان کی شاعرانہ صلاحتیں علم، مذہب اور متصوفانہ خیالات کے لیے وقف ہوگئیں تھیں۔شاعری میں انکا خمسہ مشہور ہے۔جس میں انکی پانچ مثنویاں شامل ہیں۔جیسے ''مسلک الاخیار'' وامق عذرا' مغازی النبی، لیلی ومجنون اور مقامات مرشد'' وغیرہ۔اس خمسہ کی تصنیف پر انہیں جامی ثانی کالقب بھی ملاتھا۔انکی شاعری میں جگہ جگہ عشق حقیقی کا مظہر ہے۔

ای بوجودتو موجود ہمہ ولی زظہورتو نمود ہمہ

ہستی تو جزبہ سرخویش نیست ہستیِ ما عاریتی نیست

ذات وجودتو بری ازجہالت نیست وجودتو مگر عین ذات

ذات تو باقی وصفات تو ہم ذات وصفاتم ہمہ عین عدم

برقد قدس تو قبائے بقا

دامن تو پاک زگرد فنا

بابا داؤد خاکیؒ عالم بھی تھے اور شاعر بھی۔ان کے یہاں خالص متصوفانہ خیالات ملتے

ہیں۔ آپ صاحب تصانیف عالیہ ہیں جیسے ''وردالمریدین'' اسلی شرح دستورالسالکین، قصیدہ جلالیہ اور رسالہ غسلیہ وغیرہ۔

باباداؤدخاکیؒ کی 'وردالمریدین' میں سے چنداشعارآپ کی خدمت میں حاضر ہیں۔

گہ بمسجد روم گہ بہ میخانہ

من بیمارہ ترا می طلبم از ہرسو

نتوانم کی شمارم کرم نعمت تو

گرزبانم شود اندرتن من از ہرمو

خاکیا پیش شدی از طلب یارہنوز

ازگلستان وصالش نمی شمیدی بو

کشمیر نے فارسی زبان میں لکھنے والے اور شعروشاعری کرنے والے ہر دور میں پیدا کئے ہیں۔ صرف ایک یا دو نہیں بلکہ ہر دور میں لاتعداد لکھنے والے پیدا ہوئے۔ شاعروں کی تو کوئی گنتی ہی نہیں۔ شعراُ تو ہر دور میں سینکڑوں کی تعداد میں پیدا ہوئے اور کچھ شعراُ تو کشمیر میں پیدا ہوئے تو ضرور لیکن انہوں نے اپنا کلام فارسی میں باقی چھوڑا ہے۔ ان تمام شعرا کا ذکر کرنا جنہوں نے فارسی میں اپنا کلام لکھا ہے اگر محال نہیں تو مشکل بہت ہے کیونکہ وقت کی کمی لاحق ہے۔ پھر بھی سمندر کو کوزے میں جسقدر سموسکی ہوں سمودینے کی کوشش کی ہے۔

ابھی تک جن صوفی شعرا کا تذکرہ ہوا انکا کلام یا تو سلطان زین العابدن کے زمانے میں پروان چڑھا یا پھر چک دور میں۔ لیکن فارسی زبان کے شعرا کا کلام مغلوں کے دور میں بام عروج کو پہونچا۔ یہی وہ زمانہ تھا جب کشمیر میں فارسی زبان میں متعدد شعرا پیدا ہوئے۔ بقول ڈاکٹر جی۔ ایم۔ ڈی صوفی:

"Under Hussan Shah Chak, who was himself a poet of note, Persian poetry further flourished in Kashmir till under the Mughal it reached its climax".

کشمیری میں عبدالوہاب شائقؔ، ملا مظہریؔ، اکمل خان اکملؔ، ملا محسن فانیؔ کشمیری، اوجیؔ کشمیری، ملا فطرتیؔ، ملا توفیقؔ، گویاؔ، جویاؔ، ساقیؔ، اور یکتاؔ وغیرہ بہت مشہور شاعر ہیں اور انہوں نے اپنے پیچھے فارسی زبان میں اپنی زبردست یادگاریں چھوڑیں ہیں۔

ملا شائقؔ نے کشمیر کا شاہنامہ لکھا جسمیں ڈاکٹر صوفی کے بقول ساٹھ ہزار اشعار ہیں۔ (آج غالباً اسکے صرف بائیس ہراز اشعار ملتے ہیں) جس میں کشمیر کی تاریخ، کشمیر کا جغرافیہ، کشمیر کے ریشیوں اور بزرگوں اور اولیائے کشمیر کی تاریخ ملتی ہے۔ یہ شاہنامہ اس نے افغان دور میں سکھ جیون مل کے حکم سے شاہنامۂ فردوسی کے طرز پر لکھا ہے۔

من از راجہ ہا کردہ ام اختصار — ز اسلام گشتم وقایع نگار
زعہد یکہ اسلام گشت آشکار — درین ملک گشتم حقایق نگار
زعہد یکہ اسلام روشن شدہ — حقایق مفصل بنظم آمدہ
ز شاہان نمودم سخن مختصر — من وذکر سادات والا گہر
کنم وصف سادات والا تبار — کز ایشان منور شدہ این دیار
ہم از عالمان عل اقتران — نشانم گہر ہا بسلک بیان

نویسم جدا دفتر ریشیان
گدایی کنم از در ریشیان

اکمل الدین بیگ اکملؔ نے اسی (۸۰) ہزار اشعار کی مثنوی مولانا رومؔ کی تتبع میں لکھی۔

ہے۔ جس کا نام ''بحر العرفان'' رکھا گیا تھا۔ یہ مثنوی ابھی تک محفوظ ہے۔

کفر و اسلام را بجنگ انداخت　　خود بر آن جنگ شد تماشائی

خودشود مدعی کہ دین این است　　خود دھد کفر را توانائی

اکمل الدین یقین ہمین دارد

مذہبش وحدت است و یکتائی

اوجی کشمیری نے تین ہزار اشعار کا ساقی نامہ لکھ کر اپنا نام بہترین شعراء کی صف میں داخل کر لیا۔

مرادامن خویش زنجیر شد　　مرادست در آستین پیر شد

بیاساقی آن راوق تاک را　　ضیا بخش خورشید ادراک را

بدہ تابدانم کہ آن نوش لب

چرامی گریز دز من بی سبب

اور ملا طاہر غنی کی بات کئے بغیر تو فارسی شعراُ کے بارے میں گفتگو ہی نامکمل ہے۔ غنی کشمیر کا وہ واحد شاعر ہے جس نے شاعری کے پردے میں جگہ جگہ مظلوم کشمیری کے لیے رونا رویا ہے۔ اور حکومت وقت کے ظلم کی داستان اپنے اشعار میں بیان کی ہے۔ غنؔی کے اشعار معنی کا سمندر لیے ہوئے ہیں۔ جتنی بار پڑھئے ہر بار الگ معنیٰ سمجھ میں آتے ہیں۔ کیونکہ ابہام اور ایہام، رمز و کنایات ہی غنی کا خاصا ہے۔

کدام باز ندانم در آشیان بندیست　　کہ ہست حکم پر کاہ بال مرغان را

سخت دلبستگی داشت بعالم صیاد　　تانشد بالش او پرُ ز پرم خواب نبرد

جنونی کو کہ از قید خرد بیرون کشم پارا　　کنم زنجیر پای خویشتن دامانِ صحرا را

ہمچو سوزن دائم از پوشش گریزانیم ما
جامہ بہر خلق می دوزیم وعریانیم ما

اس شعر کی خوبصورتی کا کیا کہیے جو اپنے اندر نئے معنی سمیٹے ہوئے ہیں۔ کہا ہے:

موی سر کردم سفید اما خیالت در سر است
اخگری پنہان تہہ این تودۂ خاکستر است

خاکستر کے ڈھیر میں چنگاری کا ہونا محبوب کا خیال دل میں ہونے کے برابر ہے اور آخر میں اس مقالے کا اختتام میں جی۔ایم۔ڈی صوفی کے اس جملے سے کرتی ہوں۔

"If Persia is proud of its Firdousi., its Hafiz, its Rumi and its Nizami, Kashmir is equally proud of its Shaiq, its Ghani, its Sarfi and its Akmal".

کتابیات:

۱۔ واقعات کشمیر مخطوط نمبر اندراج ۱۱۰۰ اقبال لائبریری کشمیر یونیورسٹی۔

۲۔ واقعات کشمیر مترجم از ڈاکٹر شمس الدین احمد۔

۳۔ تاریخ حسن از غلام حسن کھویہامی۔

۴۔ کشمیر از ڈاکٹر جی۔ایم۔ڈی صوفی۔

۵۔ کشمیر میں فارسی ادب کی تاریخ، از عبدالقادر سروری۔

۶۔ شیخ یعقوب صرفیؒ: شخصیت اور فن از ڈاکٹر غلام سول جان۔

۷۔ دیوان غنی کشمیری۔

۸۔ غنی کشمیری: حیات اور شاعری از خود۔